صرف ہفتے والے دن کے نفلی روزے کا حکم؟

سوال صرف ہفتے والے دن کے نفلی روزے کا کیا حکم ہے؟

(نوید شوکت، ڈربی۔ برطانیہ)

الجواب سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ اور ان کی بہن صماء المازنیہ وغیرہما سے مروی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ہفتے کے دن کا روزہ نہ رکھو سوائے اس دن کے جس میں تم پر روزہ فرض ہو اور اگر تمھیں صرف انگور کی ٹہنی کا چھلکا یا کسی درخت کی لکڑی ہی (کھانے کے لئے) ملے تو اسے چبالو۔ (سنن ابی داود: ۲۴۲۱، سنن ترمذی: ۷۴۴ وقال: ''حسن'' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۶)

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے ابن خزیمہ (۲۱۶۴) ابن حبان (بسند آخر: ۳۶۰۶) حاکم (۱/ ۴۳۵ ح ۱۵۹۲) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ابوداود نے فرمایا: '' **ھذا الحدیث منسوخ** '' یہ حدیث منسوخ ہے۔

کئی علماء نے اس دعویٰ نسخ کا انکار کیا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات سے پہلے ''**یوم السبت والأحد**'' ہفتے اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے اور آپ نے فرمایا: یہ مشرکین (یہود و نصاریٰ) کی عید کے دن ہیں اور میں اُن کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۶۷، صحیح ابن حبان: ۳۶۰۷ [۳۵۱۶])

اس حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور اسے ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم (۱/ ۴۳۶ ح ۱۵۹۳) اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب کو درج ذیل محدثین

نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے:

ا: دارقطنی قال:ثقة (سوالات البرقانی:۸۵ ملخصاً)

۲: ابن خزیمہ (بتصحیح حدیثہ)

۳: ابن حبان (ایضاً)

۴: حاکم (ایضاً)

۵: ذہبی (ایضاً)

وقال فی الکاشف (۱۱۴/۲):" ثقة"

محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب کو درج ذیل محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا:

ا: ابن حبان (ذکرہ فی الثقات)

۲: ذہبی، قال فی الکاشف (۷۳/۳):" ثقة"

۳: دارقطنی، قال:ثقة (سوالات البرقانی:۸۵ ملخصاً)

۴: ابن خزیمہ (بتصحیح حدیثہ)

۵: حاکم (ایضاً)

۶: ابن حجر العسقلانی، قال:صدوق (تقریب التہذیب:۶۱۷۰)

باقی سند بالکل صحیح ہے۔

اس حدیث کو شیخ البانی کا محمد بن عمر بن علی کی وجہ سے ضعیف قرار دینا (الضعیفة : ۱۰۹۹) بہت ہی عجیب وغریب اور غلط ہے۔

اس حسن لذاتہ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اتوار کے دن کا نفلی روزہ رکھنا چاہے تو اس کے لئے ہفتے کے دن کا روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور ابن خزیمہ، ابن حبان وابن شاہین وغیرہم نے یہی مفہوم سمجھا ہے۔

چونکہ واؤ ترتیب کے لئے ضروری نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص صرف ہفتہ یا صرف اتوار کا روزہ رکھنا چاہے تو بھی اس حدیث کی رُو سے جائز ہے۔

حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو سابق حدیث کے معارض قرار دیا ہے، لہٰذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ اسی دوسری بات کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم

محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے بھی لکھا ہے: "و ظاهره صوم كل على الانفراد والاجتماع" اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں دنوں کا انفرادی اور اجتماعی روزہ رکھنا جائز ہے۔ (سبل السلام ص ۴۷۶ ح ۶۸۳)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزہ داود (علیہ السلام) کا روزہ ہے، آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: ۱۱۳۱، صحیح مسلم: ۱۱۵۹، ملخصاً)

اس حدیث سے صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنے کا جواز ثابت ہے، اور بعض علمائے معاصرین نے بھی اس سے ایسا ہی استدلال کیا ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام زہری نے ہفتے کے دن کے بارے میں فرمایا: اس کے روزے میں کوئی حرج نہیں۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ۸۱/۲)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: طحاوی کے استاد محمد بن حمید بن ہشام کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں۔

۲: عبداللہ بن صالح کاتب اللیث سے صرف وہی روایت صحیح یا حسن ہوتی ہے جو حدیث کے ماہر ثقہ اماموں (حذاق) نے بیان کی ہو اور یہ اُن روایات میں سے نہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں امام زہری نے فرمایا: یہ حمصی حدیث ہے۔ (المستدرک ۴۳۶/۱)

یہ سند محمد بن اسماعیل بن مہران النیسابوری کے اختلاط کی وجہ سے مشکوک ہے۔

تمام دلائل مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہفتے کے دن کا روزہ نہ رکھا جائے اور یہی بہتر ہے، اگر کوئی شخص مخالفتِ یہود وغیرہ کی وجہ سے یہ روزہ رکھ لے تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

(۵/ اگست ۲۰۱۳ء)

آیت ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر

سوال سوال یوں ہے کہ ترمذی کی روایت ۳۰۹۵ جس کی سند کچھ اس طرح ہے:

حدثنا الحسين بن يزيد الكوفي: حدثنا عبد السلام بن حرب عن غطيف بن أعين عن مصعب بن سعد عن عدي بن حاتم قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم و في عنقي صليب من ذهب فقال: ياعدي! اطرح عنك هذا الوثن:"

شیخ صاحب! سوال یہ ہے کہ بعض احباب اس روایت کو صحیح/حسن بتلاتے ہیں۔ کیا شیخ البانی نے اس کو صحیح ترمذی ۳۰۹۵ میں ذکر کیا ہے؟ جبکہ انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفۃ من السنن الاربعہ صفحہ ۲۸۰ روایت نمبر ۳۰۹۵ میں غطیف کو ضعیف لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس کے ضعف کی کیا وجوہات ہیں؟ اور کیا اس روایت کے کوئی صحیح یا حسن شاہد ہیں؟

اس سلسلے میں ابوالبختری کا قول جو حسن درجے کا ہے جامع بیان علم وفضلہ میں اس بارے میں کیا لکھا ہے۔ (میں نے سنا ہے کہ روایت حسن ہے، واللہ اعلم) اور اس کی جلد نمبر اور رقم (شمار) نمبر بھی بتایئے اور کیا واقعی وہ سند حسن ہے؟ اس بارے میں تفصیلاً جوابی لفافے میں جواب دیجئے، ان شاء اللہ۔ جزاک اللہ خیراً (سائل: زعیم پشاور)

الجواب آیت ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ کی تشریح میں دو روایات ہیں:

۱) مرفوع

سیدنا عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے سونے کی ایک صلیب گردن میں لٹکا رکھی تھی، تو آپ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اتار پھینکو۔ اور میں نے آپ کو سورۃ التوبۃ کی آیت: ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اسے حلال سمجھتے اور جسے حرام قرار دیتے تو یہ اُسے حرام

سمجھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۹۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۱۱۶، التاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۱۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۹۲ ح ۲۱۸۔ ۲۱۹، تفسیر ابن جریر ۵/ ۸۶۴ ح ۱۶۶۴۰۔ ۱۶۶۴۱، اور السلسلۃ الصحیحہ ۷/ ۸۶۱ ح ۳۲۹۳)

اس روایت کی سند میں غطیف بن اعین ضعیف راوی ہے۔

۱: دارقطنی نے اسے الضعفاء والمتروکون (۴۳۰) میں ذکر کیا۔

۲: ابن الجوزی نے اسے الضعفاء والمتروکین (۲/ ۲۴۷ ت ۲۶۸۶) میں ذکر کیا۔

۳: ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں درج کیا۔ (۲/ ۲۳۰ ت ۳۳۳۳)

۴: ابن حجر نے فرمایا: "**ضعیف**" (تقریب التہذیب: ۵۳۶۴)

ان کے مقابلے میں ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۷/ ۳۱۱) میں ذکر کیا اور امام ترمذی کا قول مختلف فیہ ہے۔ کئی نسخوں میں صرف غریب کا لفظ ہے۔ (دیکھئے تحفۃ الاشراف ۷/ ۲۸۴ ت ۹۸۷۷، الاحکام الکبریٰ لعبدالحق الاشبیلی ۴/ ۱۱۷، اور تہذیب الکمال ۱۳/۶، وغیرہ)

بعض نسخوں میں حسن غریب کا لفظ ہے۔ اگر اسے ثابت مانا جائے تو یہ دو توثیقیں ہیں جو جمہور کی جرح کے مقابلے میں مرجوح ہیں، لہٰذا یہ راوی ضعیف ہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس روایت کے دو شواہد ذکر کیے ہیں:

۱: عامر بن سعد عن عدی بن حاتم (الکافی الشاف ۲/ ۲۶۴)

اس کی سند میں واقدی کذاب ہے اور واقدی تک سند نامعلوم ہے۔

۲: عطاء بن یسار عن عدی بن حاتم (ایضاً) اس کی سند نامعلوم ہے۔

بے سند روایتیں مردود ہوتی ہیں، لہٰذا شیخ البانی کا دوسری سند کے ساتھ ملا کر اسے "حسن ان شاء اللہ" قرار دینا عجوبہ ہے۔

۲) موقوف

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان لوگوں نے ان احبار و رہبان کی عبادت کی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا: نہیں!، جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اُسے حلال سمجھتے تھے اور جب وہ کسی چیز کو ان پر حرام قرار دیتے تو یہ اُسے حرام سمجھتے تھے۔

تفسیر عبدالرزاق (۱۰۷۳) تفسیر ابن جریر الطبری (۵/ ۸۶۵ ح ۱۶۶۴۳) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۰/ ۱۱۶، شعب الایمان: ۹۳۹۴ بلون آخر، دوسرا نسخہ: ۸۹۴۸) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر (۲/ ۲۱۹ ح ۹۴۹) اور السلسلۃ الصحیحۃ (۷/ ۸۶۵)

یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابوالبختری سعید بن فیروز الطائی کی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ حافظ علائی نے لکھا ہے: "**سعيد بن فيروز أبو البختري الطائي كثير الإرسال عن عمر و علي و ابن مسعود و حذيفة وغيرهم رضي الله عنهم.**" (جامع التحصیل ص ۱۸۳)

شیخ البانی نے بھی اس سند کا مرسل (یعنی منقطع) ہونا تسلیم کیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ ص ۸۶۵)
اور یہ معلوم ہے کہ مرسل و منقطع روایت مردود کی ایک قسم ہے۔

تفسیر سعید بن منصور میں لکھا ہوا ہے:

"959) حدثنا سعيد قال: نا هشيم ، قال: نا العوام بن حوشب ، عن حبيب بن أبي ثابت ، قال: حدثني أبو البختري الطائي ، قال: قال لي حذيفة: أرأيت قول الله عز وجل اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله؟ فقال حذيفة: أما إنهم لم يصلوا لهم ، ولكنهم كانوا ما أحلوا لهم من حرام استحلوه ، وما حرموا عليهم من الحرام حرموه فتلك ربوبيتهم " (۳/ ۳۱۳ شاملة)

اس روایت کی سند ابوالبختری الطائی تک صحیح ہے، لیکن سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ "لي" کا لفظ کاتب یا ناسخ کی خطا ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام کتابوں میں یہ روایت سماع کی تصریح کے بغیر ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سعید بن منصور رحمہ اللہ نے یہ روایت اسی طرح "قال لي" کے ساتھ بیان کی تھی تو پھر موقوف سند صحیح ہے۔ واللہ اعلم

تنبیہ: جامع بیان العلم وفضلہ (۲/ ۲۱۹ ح ۹۴۸) میں اس مفہوم کی ایک روایت (صحیح سند کے ساتھ) ابوالاحوص سلام بن سلیم الحنفی الکوفی سے عن عطاء بن السائب عن ابی البختری کی

سند کے ساتھ مروی ہے، یعنی یہ صرف ابوالبختری کا اپنا قول ہے۔
ابوالاحوص کا شمار عطاء بن السائب کے قدیم شاگردوں میں نہیں۔ (دیکھئے اختصار علوم الحدیث تحقیقی ص ۱۶۶) لہٰذا یہ مقطوع سند بھی ضعیف ہے۔ واللہ اعلم

آپ نے اس تحقیق سے دیکھ لیا کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے اور اسی بات کو انوار الصحیفہ میں اختصار پیشِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل الفاظ کے ساتھ لکھا گیا ہے: " **غطیف: ضعیف (تق: ٥٣٦٤) و للحدیث شاهد موقوف عند الطبري في تفسیره (٨١/١٠) و سنده ضعیف منقطع** " (ص ۲۸۱)

اگر کوئی کہے کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبان کو اس طرح سے رب بنا لیا کہ اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کی، جسے احبار و رہبان نے حلال قرار دیا تو اسے حلال سمجھا اور جسے انھوں نے حرام قرار دیا تو اسے حرام سمجھا، چاہے یہ تحلیل و تحریم وحی الٰہی اور آثارِ انبیاء کے سراسر خلاف تھی۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر ۵/ ۸۶۳، اور تفسیر بغوی ۲/ ۲۸۵ وغیرہما)

ضعیف روایات کو خواہ مخواہ جمع تفریق کر کے حسن لغیرہ قرار دینا متقدمین محدثین سے ہرگز ثابت نہیں اور نہ متاخرین کا اس (ضعیف + ضعیف) پر کلیتاً عمل ہے۔

اپنی مرضی کی روایات کو حسن لغیرہ بنا دینا اور مخالفین کی کئی سندوں والی روایات کو ضعیف، شاذ اور منکر قرار دے کر رد کر دینا دوغلی پالیسی کے سوا کچھ نہیں۔

وما علینا إلا البلاغ (۱۶/ مئی ۲۰۱۳ء)

روافض یعنی شیعہ کے بارے میں امام زہری کا فیصلہ

امام زہری رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا: میں نے نصاریٰ (عیسائیوں) کے مشابہ سبائیوں (رافضیوں) سے بڑھ کر کوئی قوم نہیں دیکھی۔
(الشریعۃ للآجری: ۲۰۲۸، السنۃ لحرب الکرمانی: ۵۰۷ وسندہ صحیح)

www.tohed.com